جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

انقلابِ مصر
چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی

مصر میں عوامی انقلاب نے آمریت اور نو آبادیاتی نظام کی آہنی زنجیروں کو توڑ کر اولین کامیابی تو حاصل کر لی ہے لیکن جمہوریت اور عوام کی حکمرانی کی منزل تک پہنچنے کیلئے ابھی کئی رکاوٹیں ان کی راہ میں کھڑی ہیں جن کو ہٹانے کیلئے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

آج سے ۳۲ سال قبل گیارہ فروری کے دن ایرانی عوام نے امریکہ کے حمایت یافتہ شاہ ایران کا تختہ الٹ کر ملک سے باہر نکالا اور امام خمینی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کو مستحکم بنایا تھا اور آج ہی کے دن یعنی گیارہ فروری کو مصر کے عوام نے بھی حسنی مبارک کو اٹھارہ دن کے محاصرے کے بعد آمرانہ اقتدار سے بے آبرو کر کے نکال دیا ہے لیکن جاتے ہوئے حسنی مبارک نے عنان اقتدار فوج کے حوالے کر کے مصر میں ہی بحیرہ احمر میں واقع شرم الشیخ کے تفریحی مقام پر سکونت اختیار کر لی ہے۔ اب یہ مرحلہ درپیش ہے کہ اقتدار عوام کو کیسے منتقل ہوگا؟ اس بات کا تجزیہ ان سازشوں کی روشنی میں کیا جانا ضروری ہے جو انقلاب ایران کو ناکام بنانے کیلئے تیار کی گئی تھیں اور ناکام و نامراد ہوئیں۔

ایران میں 'فدائین خلق' اور دیگر سیاسی قوتیں' جو امریکہ کی آشیر باد سے سازشوں کے تانے بانے بن رہی تھیں' انہوں نے پہلے وار کے طور پر انقلاب ایران کے ستر سے زائد سرکردہ راہنماؤں کو دہشت گردی کے ایک واقعے میں نشانہ بنا کر انقلاب کو ناکام بنانے کی کوشش کی اور پھر انقلابیوں میں فروعی اختلافات کو ابھار کر پھوٹ ڈالنے کی سازشیں کیں اور بالآخر امریکہ نے صدام حسین کو ایران پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح ''ایران کا اسلامی انقلاب بھی ختم ہو جائے گا اور ایران و عراق آپس میں جنگ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ختم کر دیں گے'' لیکن اس کے برعکس صدام کی جارحیت انقلاب ایران کو مستحکم کرنے کا باعث بنی اور امریکہ ناکام رہا۔ مصر میں فوج کو انتقال کی منتقلی اور حسنی مبارک کی مصر میں موجودگی' عوام میں تصادم کا باعث بنے گی جو اقتدار عوام کو منتقل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں جبکہ اس کے پس پردہ اس تحریک کو متحدہ مذہبی شکل دینے کی ترغیبات بھی کارفرما ہیں' جو قومی سلامتی کیلئے شدید خطرے کا سبب ہیں۔ اسی لئے عوام میں یہ شعور اجاگر ہو رہا ہے کہ ان کارروائیوں کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ کارفرما ہیں

جو قوم کو فروعی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم کر کے خانہ جنگی کی طرف دھکیل دینا چاہتے ہیں تا کہ حکومت کو اسرائیل کے ساتھ پرامن تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو۔

مسلح افواج حسنی مبارک کے دور اقتدار میں ان کے سیاہ وسفید میں برابر کی شریک رہی ہیں جس کی وجہ سے مصری اور امریکی تجارتی اداروں کے ساتھ ان کے گہرے مفادات وابستہ ہیں۔ اس طرح مسلح افواج کیلئے یہ کام انتہائی مشکل ہوگا کہ وہ اپنے مفادات کو پس پشت ڈالتے ہوئے محض انقلاب کو کامیاب بنانے کیلئے اقتدار سے دستبردار ہو جائیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب انقلابی اقتدار سنبھال لیں گے تو حسنی مبارک کے ساتھ ساتھ مسلح افواج کو بھی اپنے اعمال بد کیلئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ امریکہ کی بھی یہی ترجیح ہوگی کہ مسلح افواج یا تو اقتدار اپنے پاس ہی رکھیں یا پھر شامل اقتدار رہیں تا کہ ان کے اپنے مفادات کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے اور مبارک دور میں ان کے مفادات کا خیال رکھنے والے عناصر کا تحفظ بھی یقینی بنایا جا سکے۔ مفادات کا یہی ٹکراؤ' اقتدار کو عوام تک منتقل ہونے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ فوج نے اقتدار سنبھالتے ہی ملک میں آئین کو معطل کر دیا ہے؛ پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا ہے اور آئینی ترامیم فوج خود کر رہی ہے اور اگلے دو ماہ کے اندر اندر ترمیم شدہ آئین پر ریفرنڈم کرانے کا فیصلہ کیا ہے اور ستمبر ۲۰۱۱ء میں انتخابات کرانے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہ وعدہ محض بہلاوہ ہے اور معاملات کو طول دینے کی ایک کوشش ہے' بالکل اسی طرح جس طرح جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۷ء میں پاکستانی قوم سے نوے دنوں کے اندر انتخابات کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ مصری عوام اس جھانسے میں نہیں آئیں گے اور اپنے مطالبات کی تکمیل تک احتجاج کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

مصر کے عوام کو ایرانی انقلاب کے قائد امام خمینی جیسی قیادت میسر نہیں جنہوں نے پوری ایرانی قوم کو یک جان کر دیا تھا جبکہ اخوان المسلمون میں مختلف نظریات کے حامل لوگ شامل ہیں جن میں ایک عسکریت پسند جہادی تنظیم بھی شامل ہے جو علاقائی سطح کی قیادت میں گذشتہ تین دہائیوں سے حسنی مبارک کی جابرانہ پالیسیوں کے خلاف برسر پیکار ہے۔ ان میں شامل نئی نسل کے ترقی پسند نوجوانوں کی کثیر تعداد بھی ہے جو قوم پرست ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت اور آزادی کے خواہاں ہیں۔ ان تضادات کے باوجود اخوان المسلمون کے پرچم کے نیچے متحد رہتے ہوئے انہوں نے آزادی کی پہلی جنگ جیت لی ہے۔ اب ان کی جدوجہد انتقال اقتدار اور حکومت سازی کا مرحلہ طے کرنے پر مرکوز ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس سے سازشی عناصر فائدہ اٹھا کر عسکریت پسند اور ترقی پسند طبقات کے مابین نفرت و اختلافات کو ہوا دے کر اپنے مزموم مقاصد کی تکمیل ممکن بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر خدانخواستہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں فوج کو اقتدار اپنے پاس رکھنے کا معقول جواز مل جائے گا اور اس طرح وہ اپنے اور دیگر انقلاب دشمن عناصر کے مفادات کا تحفظ یقینی بنا سکیں گے۔ لہذا انقلاب کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ عوام اپنی قوت کو سیاسی جماعت کی شکل دیں تا کہ مستحکم سیاسی فیصلے کر کے سیاسی نتائج حاصل ہوں ورنہ فوج اس کمزوری کا

فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کو آپس میں لڑائے گی اور اقتدار پر قابض رہے گی۔ صدام حسین ایرانی انقلاب کو مستحکم کرنے کا سبب بنے تھے لیکن مصر کے انقلاب کو مستحکم کرنے کیلئے کوئی صدام موجود نہیں ہے۔ حالات اور حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ فوج سویلین قیادت کے ماتحت رہتے ہوئے اپنا صحیح کردار قبول کرلے۔

امریکہ اور اس کے اتحادی اسلام پرست قوتوں کو برسر اقتدار آتا نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ فلسطین میں شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخابات میں واضح کامیابی کے باوجود حماس کو حکومت بنانے سے روک دیا گیا تھا جس کا خمیازہ ابھی تک اسرائیل بھگت رہا ہے۔ اسی طرح افغانی مجاہدین نے روسیوں کے خلاف جہاد کرکے انہیں اپنے ملک سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن انہیں حکومت سازی سے روک کر اندرون ملک خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کر دی گئی اور اب جبکہ افغانی فاتح بن کر ابھرے ہیں تو ایک بار پھر انہیں حکومت سازی کے عمل سے دور رکھنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ یہی کج فہمی ہے جو افغانستان میں امریکہ کی شکست کا باعث بنی ہے۔ امریکہ جانتا ہے کہ وہ افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے لیکن اپنی انا اور دنیا کی اکلوتی سپر پاور ہونے کا غرور اسے کھلے دل سے شکست تسلیم نہیں کرنے دے رہا۔

اگر امریکہ اور مصری فوج واقعی ملک میں جمہوریت اور آئین کی حکمرانی قائم کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں انقلابیوں کے سیاسی قیدیوں کی رہائی؛ ملک سے ایمرجنسی اٹھانے؛ ریاستی سلامتی اور انتقال اقتدار جیسے جائز مطالبات کو فوری طور پر تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ ہر لحاظ سے جائز مطالبات ہیں جو انتقال اقتدار اور حکومت سازی کے عمل میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ مسلح افواج کو چاہیئے کہ سول حکمرانوں کے تابع رہ کر کام کرنے پر رضامند ہو جائیں جیسا کہ پاکستانی مسلح افواج نے سویلین اتھارٹی کے ماتحت رہنے کا صحیح کردار قبول کرتے ہوئے امریکہ کے ہاتھوں کھلونا بننے کی روایت ترک کر دی ہے۔

فریب' دھوکہ اور سازشی حربے استعمال کرنا آئین کی حکمرانی اور جمہوریت کیلئے بپا کردہ انقلاب کے مقاصد کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسلیئے مصر کے عوام کو ملک میں جمہوری راہیں متعین کرنے کی اسی طرح آزادی ملنی چاہیئے جیسا کہ پاکستانی عوام نے فوج کی ایماء پر مکمل آزادی سے اپنے لئے جمہوری راستہ منتخب کیا اور اب ملک سے بد عنوانی کو ختم کرنے اور برے طرز حکمرانی سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں جو ہماری جمہوری جدوجہد کا حصہ ہے اور ایک زندہ اور باوقار قوم کی پہچان ہے جو برے وقت کو جدوجہد کے ذریعے اچھے اور بہتر وقت میں بدل سکتی ہیں۔ مصر کے عوام کو بھی بہتر مستقبل کیلئے ایسی ہی جدوجہد کا سامنا ہے۔ ہمارے دلوں میں ان کیلئے کامیابی کی دعائیں ہیں۔